بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اے تیغِ زباں جوہرِ تقریر دکھادے ۱ اے دستِ قلم قوتِ تحریر دکھادے
اے ذہنِ رسا نظم کی توقیر دکھادے اے حسنِ بیاں نور کی تصویر دکھادے
صحبت ہے عجب، گرم ہے دربارِ حسینؑ
سب بزم ہے مشتاقِ علمدارِ حسینؑ

عباسِؑ علیؑ اخترِ اقبالِ علیؑ ہے ۲ شوکت سے عیاں حشمت و اِجلالِ علیؑ ہے
نقشہ ہے کہ آئینۂ تمثالِ علیؑ ہے صورت ہے کہ تصویر خط و خالِ علیؑ ہے
کس باپ نے آفاق میں پایا خلف ایسا
خاتم پہ جہاں کے نہیں دُرِّ نجف ایسا

سیّافِ غَزا، سروِ وغا، صفدر و جرّار ۳ ساونت، اُولُوالعزم، جواں مرد و وفادار
ذُرِّیَّتِ محبوبِ الٰہی کا مددگار لڑنے میں کبھی شہ کی سپر اور کبھی تلوار
شُہرہ نہ ہو کیوں بازوئے شاہِ شہدا کا
فرزندِ زبردست ہے وہ شیرِ خدا کا

دریا دل و دیں پرور و ذی رُتبہٗ و ذی جاہ ۴ شمشیرِ خدا، بازوئے فرزندِ یدُاللہ
وہ شیر کہ اک دم میں الٹ دے صفِ جنگاہ مانندِ علیؑ سارے مُحِبّوں کا ہَوا خواہ
احسان و کرم خَلق میں کس پر نہیں اس کا
اقبال و حشم میں کوئی ہمسر نہیں اس کا

شمشادِ خیابانِ اِرم ہے وہ بہشتی ۵ تاجِ سرِ اربابِ ہِمَم ہے وہ بہشتی
سقائے یتیمانِ حرم ہے وہ بہشتی پیاسا ہے مگر بحرِ کرم ہے وہ بہشتی
شرمندہ نیستاں شہِ مرداں کے پسر سے
بھر دیتے ہیں دریا کے بھی داماں کو گہر سے

گو دُور ہیں پر اپنے غلاموں کا ہے کیا پاس ۶ جس وقت کہ ہوتا ہے ہجومِ الم و یاس
آتی ہے صدا دل سے کہ یا حضرتِ عباسؑ ہوجاتا ہے وہ اَمر کبھی جس کی نہ ہو آس
مانا کہ امامت سے وہ ممتاز نہیں ہے
بتلاؤ یہ پھر کیا ہے جو اعجاز نہیں ہے

اللہ رے سروِ چمنِ فاطمہؑ کا پیار ۷ قُمری کی طرح عشق کا دم بھرتے ہیں ہر بار
گردن کو رہا طوق غلامی سے سروکار تھے عاشقِ شمعِ قد و رنگِ گُلِ رخسار
چھوڑا نہ کبھی ابنِ شہنشاہِ عرب کو
بلبل تھے اگر دن کو تو پروانہ تھے شب کو

عاشور کو جب رن میں صف آرا ہوئے بے پیر ۸ خون ریزیِ سادات کی ہونے لگی تدبیر
سب برچھیاں سیدھی ہوئیں، چلّوں سے ملے تیر نیزے پہ جو نیزے تھے تو شمشیر پہ شمشیر
تیغیں جو کھنچیں، برق بھی شرما گئی رن میں
ڈھالوں کی سیاہی سے گھٹا چھا گئی رن میں

تھوڑے سے جواں یاں کے بھی تھے رن میں صف آرا ۹ آنکھ اُن سے ملانے کا نہ تھا شیر کو یارا
عباسؑ سے کرتا تھا یہ ایک ایک اشارہ ہو حکم تو لے لیں ابھی دریا کا کنارا
سَو جاں سے نثارِ خَلَفِ شاہِ نجف ہیں
ڈرتے نہیں مرنے سے کہ ہم حق کی طرف ہیں

تھے قلب میں لشکر کے شہِ بیکس و بے آس ۱۰ لختِ دلِ زینبؑ تھے ستاروں کی طرح پاس
ہتھیار سجے قاسمؑ و اکبرؑ تھے چَپ و راس اور آگے علم کھولے ہوئے حضرتِ عباسؑ
سب بھائی بھی تولے ہوئے شمشیر کھڑے تھے
اک شیر کے پہلو میں کئی شیر کھڑے تھے

جب دو پہر آئی تو قیامت یہ ہوئی آہ ۱۱ زینبؑ کی کمائی پہ زوال آگیا ناگاہ
ہمشیر کے پُرسے کو چلے تھے شہِ ذی جاہ جو رن میں ہوا شور کہ مارا گیا نوشاہ
زہراؑ کی بہو گھر سے کھُلے سر نکل آئی
ماں کوکھ کو پکڑے ہوئے باہر نکل آئی

چلّاتی تھی کھیتی ہوئی مجھ رانڈ کی پامال ۱۲ اک شب کی دلھن چھوڑ گیا ہائے مرا لال
روتے تھے حسینؑ آنکھوں پہ رکھّے ہوئے رومال تھا غیظ سے عباسِ دلاور کا عجب حال
منہ سرخ تھا اور اشک بھی آنکھوں میں بھرے تھے
جھنجھلائے ہوئے ہاتھ کو قبضے پہ دھرے تھے

تکتے تھے سُوئے فوجِ مخالف صفتِ شیر رہ جاتے تھے ہر صف کی طرف تول کے شمشیر
تھا غم سے بھتیجے کے جہاں آنکھوں میں اندھیر ۱۳ کہتے تھے کہ مرجانے میں کی ہم نے بڑی دیر
پہلے ہی نہ کیوں اٹھ گئے ہستی کے چمن سے
نادِم کیا قسمت نے حسینؑ اور حسنؑ سے

پامالِ خزاں باغِ حسنؑ دیکھ چکے ہم ۱۴ لٹتے ہوئے شادی کے چمن دیکھ چکے ہم
بیوہ ہوئی اک شب کی دلھن دیکھ چکے ہم ٹکڑے ہوا دولھا کا بدن دیکھ چکے ہم
دشمن کو بھی یہ داغ نہ تقدیر دکھائے
اب دیکھیں ہمیں کیا فلکِ پیر دکھائے

قبضہ بھی نہ اپنا ہو تو بیکار ہے شمشیر ۱۵ اِس ہاتھ کے، اِس تیغ کے مالک شہِ دلگیر
کچھ زور نہیں، خیر پہن لیویں گے زنجیر ہم قید ہوں شاید ہے یہی مرضیٔ شبیرؑ
ہے نام سے مطلب، نہ شجاعت سے غرض ہے
ہم کو فقط آقا کی اطاعت سے غرض ہے

شاید کہ ہوئی ختم سپاہِ شہِ ذی جاہ ۱۶ ناگاہ یہ میداں سے پکارے کئی گمراہ
باقی ابھی دو شیر ہیں اے لشکرِ رُوباہ نعرہ کیا اکبرؑ نے مثالِ اسدُاللہ
تولے ہوئے شمشیرِ دودم آتے ہیں رن میں
ہشیار کہ اب جنگ کو ہم آتے ہیں رن میں

جو لشکرِ اللہ و نبیؐ کا ہے علمدار ۱۷ سر دینے کو آئے گا مِرے بعد وہ جرّار
کونین میں مشہور ہے جس شیر کی تلوار بازوئے شہِ دیں خَلَفِ حیدرِ کرّار
وہ سیلِ فنا خوں میں ڈُبا جائے گی سب کو
حیدرؑ کی لڑائی نظر آجائے گی سب کو

سمجھے کہ چلا مرنے کو شبیرؑ کا دلدار ۱۸ یہ سنتے ہی گھبرا گئے عباسِؑ خوش اطوار
حضرت نے کہا کیا ہے ارادہ مرے غمخوار شبیرؑ کے قدموں پہ گرے آن کے اک بار
کی عرض کہ جینے سے دل اب سیر ہے آقا
خادم کی سرافرازی میں کیا دیر ہے آقا

ہے پہلے علمدار سے مرجانے کی تدبیر ۱۹ شہزادۂ عالم کی سُنی آپ نے تقریر
لِلّٰہ اِنھیں روکیے یا حضرتِ شبیرؑ میں ذبح ہوا جاتا ہوں بے خنجر و شمشیر
موقع ابھی مرنے کا نہیں اِن کے لئے ہے
آقا یہ غلام آپ کا کس دن کے لئے ہے

تیغ و تبر و تیر و سناں کھائیں، میں دیکھوں ۲۰ میداں میں یہ مرنے کے لئے جائیں، میں دیکھوں
شہزادیاں خیمے سے نکل آئیں، میں دیکھوں مقتل سے انھیں آپ اٹھا لائیں، میں دیکھوں
آقا کے پسر کو کوئی یوں کھو نہ سکے گا
یہ صبر تو خادم سے کبھی ہو نہ سکے گا

گر ایک بھی بچھڑا تو ہماری اجل آئی ۲۱ شہ بولے ہمیں شاق ہے دونوں کی جدائی
فرزند تو ممکن ہے، پہ ملتا نہیں بھائی پاؤں گا کہاں تم نے اگر جان گنوائی
اصغرؑ ہے، اگر اکبرِ مہرُو نہ ملے گا
تم ہاتھ سے جاؤ گے تو بازو نہ ملے گا

واللہ کہ جینے کے مزے اٹھ گئے سارے ۲۲ جس دن سے حسنؑ گلشنِ ہستی سے سِدھارے
زور آ گیا ٹوٹے ہوئے بازو میں ہمارے جب تم کو جواں حق نے کیا اے مِرے پیارے
قوت تمہیں دل کی، تمھِیں طاقت ہو جگر کی
کیونکر تمھیں کھوؤں کہ نشانی ہو پدر کی

بھائی بھی وہ، بیٹوں سے زیادہ جو ہو پیارا ۲۳ ہوتا ہے بڑا، بھائی کو بھائی سے سہارا
تکلیف کرو چند نَفَس اور گوارا چھوڑا نہیں تم نے تو کبھی ساتھ ہمارا
گھبراؤ نہ، دنیا سے سفر جلد کریں گے
بچپن سے سدا ساتھ رہے، ساتھ مریں گے

ہم خوش ہیں بھلا جا کے رضا ماں سے تو لائیں ۲۴ سر دینے کی اکبرؑ کو جو عُجلت ہو تو جائیں
جنّت میں پہنچ کر کہیں راحت بھی تو پائیں گر اُن کو گوارا ہو تو زینبؑ کو رُلائیں
دو دن سے مرے ساتھ گرفتارِ محن ہیں
اب اِن کو نہ روکو، یہ بہت تشنہ دہن ہیں

کی عرض کہ خیر اب ہمیں رخصت سے ہوئی یاس ۲۵ سُن کر یہ سخن رونے لگے حضرتِ عباسؑ
تقدیر کرے یوں نہ کسی شخص کو بے آس پیچھے وہ رہے ہوئے علم فوج کا جس پاس
بابا سے نَدامت مری قسمت میں لکھی تھی
زہراؑ سے خَجالت مری قسمت میں لکھی تھی

یہ کون کہے گا کہ رضا رن کی نہ پائی ۲۶ فرمائیں گے عباسؑ نے جان اپنی بچائی
اچھا علی اکبرؑ کی بھی دیکھیں گے جدائی جو آپ کی مرضی، مرا کیا زور ہے بھائی
جینے کی تو اب دل سے خوشی فوت ہے آقا
یہ زیست نہیں میرے لئے موت ہے آقا

غیروں نے کیا سر سے ادا حقِّ رفاقت ۲۷ تکرار کروں آپ سے یہ کیا مری طاقت
اعدا سے نہیں جنگ کی ہے مجھ کو لیاقت ہاں سچ بھی ہے اے گوہرِ دریائے صداقت
حاضر ہے یہ شمشیرِ دودم بھی انھیں دیجے
رخصت جنھیں ملتی ہے، علم بھی انھیں دیجے

اب ہے نجف اور گریہ و زاری سحر وشام ۲۸ مطلب نہ علم سے ہے نہ شمشیر سے کچھ کام
افسوس وہ آغاز ہوا اور یہ انجام لشکر کا نشاں پا کے بھی قسمت میں نہ تھا نام
قسمت ہی بری ہے، نہیں تقصیر کسی کی
یوں بن کے بگڑ جائے نہ تقدیر کسی کی

رونے لگے سن کر یہ سخن سیّدِ ابرار ۲۹ فرمایا کہ آزُردہ نہ ہو اے مرے غمخوار
تم جان ہو پھر جان کی رخصت تو ہے دشوار تم سے تو زیادہ علی اکبرؑ کا نہیں پیار
روکیں گے انھیں ہم جو ملال اِس کا ہے بھائی
ہم کس کے ہیں بھائی، یہ علم کس کا ہے بھائی

گھٹتا ہے لہو بھائی کا آنسو نہ بہاؤ ۳۰ تم کو یہ مناسب ہے کہ بے کس کو رلاؤ؟
کیوں روٹھ گئے پیار کریں ہم تمھیں آؤ اکبرؑ نہیں اب جائیں گے، اچھا تمھِیں جاؤ
کیا دم کا بھرسہ کہ چراغِ سَحَری ہیں
کچھ پیش و پس اتنا نہیں، ہم بھی سفری ہیں

تم بن ہمیں ممکن ہے کہ ہو زیست گوارا؟ ۳۱ نہ صبر کی طاقت ہے، نہ اب رونے کا یارا
تم رن میں ہوئے قتل کہ سر ہم نے بھی وارا اپنی بھی وہی راہ جدھر قصد تمھارا
الفت کے طریقے سے نہ منہ موڑیں گے بھائی
تم چھوڑ و ہمیں، ہم نہ تمھیں چھوڑیں گے بھائی

آقا نے جو الفت کی یہ تقریر سنائی ۳۲ سرخی سی رُخِ حضرتِ عباسؑ پہ چھائی
جھک کر قدمِ شاہ پہ کی عرض کہ بھائی عزت انھی قدموں کے تصدّق سے ہے پائی
تھا میں مُتَرَصِّد اسی امید کا آقا
ذرّے کو دیا مرتبہ خورشید کا آقا

میں کیا تھا، مجھے خاک سے حضرت نے کیا پاک ۳۳ ورنہ مِرا دوش اور نشانِ شہِ لولاک
پایا ہے کسی نے بھی یہ رتبہ تہِ افلاک ہاں کون سی نسبت ہے، کہاں نور، کہاں خاک
جو بے سروساماں ہو یہ ساماں اُسے مل جائے
اک مُور جو ہو، تختِ سلیماں اُسے مل جائے

میرے لئے جو کچھ ہے سو آقا کی بدولت ۳۴ گوہر جو یہ پائے ہیں سو دریا کی بدولت
ہے جلوہ گری طور کی موسیٰؑ کی بدولت ادنیٰ بھی چمک جاتا ہے اعلیٰ کی بدولت
جان آئی ہے مُردوں میں مسیحا کے قدم سے
ہوتے ہیں ہرے خشک شجر ابرِ کرم سے

جب لعل نے حیدرؑ کے یہ کی عجز کی تقریر ۳۵ اس وقت گُہر بار ہوئے دیدۂ شبیرؑ
فرمایا کہ محجوب ہوں میں بیکس و دلگیر کیا میں نے دیا، حق نے عطا کی تمھیں توقیر
بخشی جو یہ خدمت علمِ خیرِ بشر کی
احسان مرا کیا تھا، وصیت تھی پدر کی

دنیا میں کسی دن تمھیں راحت نہ ملی آہ ۳۶ پیاسے رہے، فاقے کئے تم نے مرے ہمراہ
اللہ و پیمبرؐ مِری غربت سے ہیں آگاہ بابا سے شکایت نہ مری کیجیو لِلّٰہ
بچپن سے مرے ساتھ تمھیں عشقِ دِلی ہے
راحت کسی بیکس کی رفاقت میں ملی ہے

سُن سُن کے یہ تقریرِ شہِ بیکس و بے آس ۳۷ رویا کئے گردن کو جھکائے ہوئے عباسؑ
ناگاہ سکینہؑ نے پکارا یہ بصد یاس کیا کرتے ہو عباسؑ چچا، آؤ مِرے پاس
جلتا ہے کلیجہ مِرا پانی مجھے لادو
اے ساقیٔ کوثر کے پسر پیاس بجھادو

اب اَینٹھی ہی جاتی ہے زباں پیاس کے مارے ۳۸ دم ہونٹوں پہ ہے موت کے آثار ہیں سارے
پہنچو مِری فریاد کو صدقے میں تمھارے گودی میں مجھے لو چلو دریا کے کنارے
بے خیر ہی سب لوگ ہیں کیا لشکرِ شر میں
پانی جو نہ دیں گے تو چلی آؤں گی گھر میں

رو کر شہِ بیکس نے کہا جاؤ برادر ۳۹ منہ تکنے لگے شاہ کا عباسِؑ دلاور
کوثر کی سبیل اس سے نہ ہوگی کوئی بہتر تکتے ہیں کھڑے راہ درِ خلد پہ حیدرؑ
حاصل ہے وہ جو کچھ تمھیں مطلوب ہے بھائی
سقائی بہشتی کے لئے خوب ہے بھائی

روتے ہوئے ڈیوڑھی پہ گئے خیمے کی یک بار ۴۰ عاشق ہیں سکینہؑ کے جو عباسِؑ علمدار
دکھلا کے زباں خشک یہ بولی وہ دل افگار لپٹا کے گلے خوب بھتیجی کو کیا پیار
ہوئے یہ عالم نہ کسی تشنہ دہاں کا
تم حال تو دیکھو مری ننھی سی زباں کا

تم تین شب و روز سے پیاسی ہو میں قرباں ۴۱ عباسؑ نے فرمایا کہ ہاں سچ ہے مری جاں
ہو جاتا ہے اب پانی کے ملنے کا بھی ساماں ہیں قاتلِ سادات وہ، ہم جن کے ہیں مہماں
شرم آتی ہے تم کو تو نہ لے جائیں گے بی بی
ہم نہر سے مشکیزے کو بھر لائیں گے بی بی

عباسؑ یہ بولے کہ خفا ہوں گے برادر ۴۲ وہ بولی مجھے لیتے چلو صدقے میں تم پر
شہزادیاں پردے سے نکلتی نہیں باہر تم فاطمہؑ کی پوتی ہو، شبیرؑ کی دختر
لونڈی تلک اس گھر کی کھلے سر نہیں نکلی
فضہ کبھی بے مقنع و چادر نہیں نکلی

حاصل ہوئی رخصت خلفِ شیرِ خدا کو ۴۳ یہ سنتی ہی دی مشک سکینہؑ نے چچا کو
غل تھا کہ چلے حضرتِ عباسؑ وغا کو یہ روئے کہ غش آ گیا شاہِ شُہَدا کو
گھوڑے پہ چڑھے کھینچ کے اک آہ جگر سے
اکبرؑ کو صدا دی کہ خبردار پدر سے

کی عرض جنابِ علی اکبرؑ نے بصد یاس ۴۴ اس داغ سے بابا کے بھی جینے کی نہیں آس
ساتھ آپ کے آؤں، کہ میں حضرت کے رہوں پاس تب جوڑ کے ہاتھوں کو یہ کہنے لگے عباسؑ
عمّو کی عبث فکر ہے، بابا کو نہ چھوڑو
اس وقت میں تنہا مِرے آقا کو نہ چھوڑو

میدان میں عباسِ دلاور کی ہے آمد مطلع-۲ ہر صف میں ہے یہ شور کہ صفدر کی ہے آمد
سب کہتے ہیں کرّار کے دلبر کی ہے آمد ۴۵ یہ اور کی آمد نہیں، حیدرؑ کی ہے آمد
اک دم میں الٹ دے گا ورق فوج کی صف کا
رخ ہے سوئے دریا خَلَفِ شاہِ نجف کا

غمخوارِ امامِ زمن آتا ہے خبردار ۴۶ بازوئے حسینؑ و حسنؑ آتا ہے خبردار
لڑنے کو بڑا تیغ زن آتا ہے خبردار ابنِ شہِ خیبر شکن آتا ہے خبردار
غصے میں ہے غازی نہ اجل سر سے ٹلے گی
کانپے گی زمیں آج وہ تلوار چلے گی

دامن سرِغازی پہ لٹکتا ہے علم کا ۴۷ خورشید بھی منہ رشک سے تکتا ہے علم کا
ہرگام پہ اقبال چمکتا ہے علم کا بجلی نہیں، پنجہ یہ لپکتا ہے علم کا
کس جنگ میں ایسے علمِ نور کھُلے ہیں
پر چم نہ کہو، مُوئے سرِ حور کھُلے ہیں

کس شان سے اُڑتا ہوا آتا ہے پھریرا ۴۸ طُوبیٰ کو عروج اپنا دکھاتا ہے پھریرا
لہرا کے سرِ عرش پہ جاتا ہے پھریرا ساتھ اپنے ہوا خلد کی لاتا ہے پھریرا
ایسی کوئی جنت میں رواں نہر نہ ہوگی
سر چشمۂ کوثر میں بھی یہ لہر نہ ہوگی

لشکر میں یہ غل تھا کہ وہ غازی نظر آیا ۴۹ دیں پرور و جرار و نمازی نظر آیا
بازوئے شہنشاہِ حجازی نظر آیا بجلی سا تڑپتا ہوا تازی نظر آیا
لرزہ ہوا اندامِ شجاعانِ عرب کو
آمد اسداللہ کی یاد آگئی سب کو

دیکھا جو علم رفعتِ طوبیٰ نظر آئی ۵۰ پنجے میں ضیائے یدِ بیضا نظر آئی
تا بندگیٔ برقِ تجلّی نظر آئی کوسوں وہ زمیں نور کا دریا نظر آئی
سائے نے سماں دشت پہ نایاب دکھایا
خورشید کو لطفِ شبِ مہتاب دکھایا

چہرے نے عجب نور کی ضَو رن میں دکھائی ۵۱ گرتی ہوئی بجلی صفِ دشمن میں دکھائی
گردوں کی صفا دشت کے دامن میں دکھائی ذرّوں نے ستاروں کی چمک بن میں دکھائی
غیرت سے سفیدی تھی رخِ چرخِ بریں پر
نقشِ سُمِ توسن مہ ِ کامل تھی زمیں پر

جادہ کو یہ دعویٰ تھا کہ میں کاہکشاں ہوں ۵۲ کرتی تھی زمیں ناز کہ میں نور فشاں ہوں
پلّہ مِرا بھاری ہے کہ رتبے میں گراں ہوں فرزندِ علیؑ جس کا مکیں ہے، وہ مکاں ہوں
کیا اس کو مرے رتبۂ اعلیٰ کی خبر ہے
یاں چاند بہتّر ہیں، وہاں ایک قمر ہے

اِستادہ ہے یہ ماہِ بنی ہاشمِ ذی قدر ۵۳ دکھلائے تو اس شکل و شمائل کا کوئی بدر
یہ دوش، یہ بازو، یہ گلُو، یہ کمر وصدر یہ عارض و گیسو، سَحَرِ عید و شبِ قدر
یاں کون سی قربت ہے تری شمس و قمر کو
اک رات کو قربان کروں، ایک سحر کو

رُو و خطِ رخسار وہ، مہتاب میں ہالا ۵۴ پیشانیٔ پُرنور سے ہے رن میں اجالا
پلکیں نہیں جھپکیں، یہ ہے لشکر تہ و بالا ابرو ہیں کہ سر تیز سروہی کا ہے بالا
دیکھے سے اُڑیں ہوش نہ کیوں اہلِ حسد کے
آنکھیں تو ہیں آہو کی، پہ تیور ہیں اسد کے

ہے حُسن کی آتش سے بھبوکا رخِ گلفام ۵۵ جلتے رہیں کیونکر نہ مہ و خور سحر وشام
ہے سب دلِ عالم کی اسیری کا سرانجام خال اور خطِ سبز، وہ دانہ ہے تو یہ دام
بینی کو جو دیکھو تو عجب شوکت و شاں ہے
یہ حُسنِ علمدار کے لشکر کا نشاں ہے

صانع نے اٹھا دی ہے فقط نور کی دیوار ۵۶ اک جا تو مناسب نہ تھے دومردمِ بیمار
یا یہ الفِ ماہِ دو ہفتہ ہے نمودار اک شاخ ہے یا دوگُلِ بادام ہیں اظہار
خوشبوئے گلستانِ اِرم اس میں بھری ہے
گویا ورقِ زر پہ کلی گل کی دھری ہے

دیکھے سے عقیقِ جگری کا بھی ہے دل خوں ۵۷ یاقوت لبِ سرخ ہیں، دنداں دُرِ مکنوں
نایاب ہے عنقا کی طرح طائرِ مضموں کس چیز سے نسبت دہنِ تنگ کو میں دوں
حال ان کا نزاکت سے کھُلے گا نہ کھُلا ہے
یاں بابِ سخن بند ہی رکھیے تو بجا ہے

ہے جو ہرِ فرد، اس کی نہ ہوگی کبھی تقسیم ۵۸ آتی ہے صدا صاف قلم سے دمِ ترقیم
جو حرف ہے قرآں کا وہ ہے لائقِ تعظیم بینی ہے الف، زلف ہے لام اور دہن میم
وصفِ دہنِ تنگ میں دِقّت تجھے کیا ہے
کافی ہے بس اتنا ہی کہ اَسرارِ خدا ہے

۵۹
تقریر کے رشتے میں پروتا ہوں میں گوہر آتی ہے ثنائے دُر دندان زباں پر
یہ بحرِ شرافت کے ہیں موتی تو وہ پتھر ہیرے کے نگیں ان سے ہوں کس طرح برابر
ہنسنے میں جو پڑ جاتا ہے عکس ان کا فلک پر
بجلی بھی تڑپ جاتی ہے دانتوں کی چمک پر

۶۰
مہتاب کو ہے جس کے گلے ملنے کا ارماں دل کس کا نہ گردن کی صفائی پہ ہو قرباں
شانوں کی نشانِ اسدِ حق سے ہے کیا شاں گویا کہ ہلالِ شبِ اوّل ہے گریباں
حیراں تھی نظر دوشِ مبارک پہ کماں ہے
یاقوت میں خورشیدِ جہاں تاب عیاں ہے

۶۱
پڑتی ہے سدا نور پہ جن کی نظرِ حُسن ہیں بازوئے عباسؑ کہ شاخِ شجرِ حُسن
طالع ہے کفِ دست سے مہرِ سحرِ حُسن گھر حُسن کا سینہ ہے تو بازو ہیں درِ حُسن
ان ہاتھوں سے ہم دست کفِ حور نہیں ہے
خورشید کے پنجے میں بھی یہ نور نہیں ہے

۶۲
اللہ نے تصویر بنائی ہے علیؑ کی ہر چیز علمدار نے پائی ہے علیؑ کی
ان انگلیوں میں عقدہ کشائی ہے علیؑ کی پنجہ ہے علیؑ کا تو کلائی ہے علیؑ کی
ورثہ میں ہے زور ان کو ملا جدّو پدر سے
ہلکا درِ خیبر کو سمجھتے ہیں سپر سے

۶۳
حصے میں اسی چاند کے آیا ہے یہ سینہ دیکھو تو کسی شیر نے پایا ہے یہ سینہ
سینے سے یداللہ نے لگایا ہے یہ سینہ حق نے یدِ قدرت سے بنایا ہے یہ سینہ
فرماتے ہیں عاشق ہوں میں اس رشکِ قمر کا
یہ سینہ سپر ہووے گا زہراؑ کے پسر کا

لیکن کہیں مضمونِ کمر کو نہیں پاتا ٦٤ ہے تا بہ عدم ذہنِ رسا دوڑ کے جاتا
مثلِ رگِ گُل تابِ نزاکت نہیں پاتا ہے بالِ سیہ دُرِّ نجف میں نظر آتا
اس رشتے سے محکم کمرِ مرتضوی ہے
نازک تو ہے پروین کی پشت اس سے قوی ہے

در پیش ہے اب وصفِ قدم ہائے مبارک ٦٥ شمشاد سے بالا قدِ بالائے مبارک
جس جا گزر اُن کا ہو وہ ہے جائے مبارک تعویذِ شفا نقشِ کفِ پائے مبارک
واں آتے ہیں سجدے کو ملک عرشِ بریں کے
احساں یہ انھیں پاؤں کے ہیں سر پہ زمیں کے

تھا شورِ فلک پر کہ زمیں کا ہے یہی ماہ ٦٦ ہر شخص تھا محوِ رخِ عباسؑ فلک جاہ
ہر چشم یہ کہتی تھی کہ جلوہ ہے عجب واہ ہر لب پہ سخن تھا کہ زہے قدرتِ اللہ
غازی تھا جہاں پتلیاں مردُم کی اُدھر تھیں
حوریں بھی دریچوں سے نکالے ہوئے سر تھیں

اک دل ہیں مہیاے زد و کُشت صفیں سب۔ ٦٧ واں پر ہوئی تھی فوجِ سقر موج مرتّب
جانِ اسدُ اللہ بڑھا پھیر کے مرکب چلّوں سے اُدھر ملتے گلے تیرِ ستم سب
چلّائے یہ لشکر کے سپاہی غضب آیا
بپھرا پسرِ شیرِ الٰہی غضب آیا

اقبال پکارا کہ زمیں لاشوں سے بھر دے ٦٨ ہمت کا سخن تھا کہ فنا فوج کو کر دے
نصرت کی دعا تھی کہ خدا تجھ کو ظفر دے دل نے کہا سرداروں کے سر کاٹ کے دھر دے
تحریر ہو یہ فتح ترے نامِ نکو پر
ہر دم تری شمشیر رہے فرقِ عدو پر

یہ نام سدا خَلق میں نامی رہے تیرا ٦٩ ہر صبح شہَ شرق سلامی رہے تیرا
محکوم ہر اک کوفی و شامی رہے تیرا　　تو جس کا پسر ہے وہی حامی رہے تیرا
دامانِ علم فرق پہ ہو سبطِ نبیؐ کے
اور تُو رہے سائے میں حسینؑ ابنِ علیؑ کے

جب غیظ سے اشعارِ رجز پڑھنے لگا شیر ٧٠ جھک جھک گئے خونریزوں کے سر صورتِ شمشیر
ہر صف تہ و بالا ہوئی شکلِ زبرو زیر　　کچھ پیش نہ جائے گا، رہا غل یہی تا دیر
یہ تیزیٔ تقریر کوئی لائے کہاں سے
بے تیغ کٹے جاتے ہیں شمشیرِ زباں سے

گھبرا کے بڑھا خود پسرِ سعدِ بد انجام ٧١ عباسؑ سے کی عرض کہ اے صاحبِ صمصام
سُن لیجئے کچھ شام کے حاکم کا ہے پیغام　　پر آپ تک آتے ہوئے تھرّاتا ہے اندام
جھنجھلائے ہوئے شیر سے اندیشہ ہے جاں کا
میں چند نفَس آپ سے طالب ہوں اماں کا

کی چیں بہ جبیں ہو کے یہ عباسؑ نے تقریر ٧٢ پیغام مجھے بھیجے گا کیا حاکمِ بے پیر
بندہ ہوں میں، حاکم ہیں مرے حضرتِ شبیرؑ　　شیوہ ہے تمھیں لوگوں کا یہ حیلہ و تدبیر
ہے کام وفا سے ہمیں اور ہم سے وفا کو
فرزندِ علیؑ ننگ سمجھتے ہیں دغا کو

وہ تم ہو جو کرتے ہو دغا اہلِ وفا سے ٧٣ مطلب ہے محمدؐ سے تمھیں کچھ، نہ خدا سے
سادات کا سر کاٹتے ہو تیغِ جفا سے　　مہماں ہیں یہ کس کے جو ہیں دو روز سے پیاسے
کیا کھا کے قسم پھر گئے تم اپنے سخن سے
ہم وہ ہیں کہ لکھنے پہ چلے آئے وطن سے

میں کہتا ہوں مانیں گے نہیں سیّدِ ابرار ۷۴ گر صلح کا پیغام بھی لایا ہے تو بیکار
صدمہ یہ اٹھایا ہے کہ ہیں زِیست سے بیزار دو بھانجے مارے گئے، اک بھائی کا دلدار
کھُل جائے گا شمشیر و سپر باندھ چکے ہیں
وہ دیر سے مرنے پہ کمر باندھ چکے ہیں

سچ ہے کہ بچے گا نہ یداللہ کا جانی ۷۵ کچھ سوچ کے یہ کہنے لگا ظلم کا بانی
کوئی تو رہے خلق میں حیدرؑ کی نشانی پر آپ گنواتے ہیں عبث اپنی جوانی
غصے کے، نہ اندوہ کے، نے طیش کے دن ہیں
راتیں ہیں یہ آرام کی، یہ عیش کے دن ہیں

چھوٹا ہے ابھی عمر میں فرزند تمھارا ۷۶ کیوں کرتے ہو بے فائدہ جینے سے کنارا
عباسؑ جدائی کرو بھائی کی گوارا جب آپ نے دی جان تو گویا اُسے مارا
مابینِ لحد ساتھ برادر نہیں جاتا
بھائی کوئی بھائی کے لئے مر نہیں جاتا

غصے کے سبب سرخ ہوئی چشمِ سیہ فام ۷۷ یہ سنتے ہی تھرّانے لگا شیر کا اندام
فرمایا کہ ظالم مجھے دیتا ہے یہ پیغام قبضے کو جو دیکھا تو اُگلنے لگی صمصام
شاید نہیں آگاہ مِرے جدّو پدر سے
ایسا ہوں کہ پھر جاؤں گا زہراؑ کے پسر سے؟

سر تن سے اتاروں ترا او ظالمِ کذّاب ۷۸ بس دُور ہو، آگے مجھے سننے کی نہیں تاب
کیا قدر ہے پھر اس کی جو موتی کی گئی آب میں بھائی کا دشمن ہوں، یہ ہے کون سا آداب
رتبہ ہے یہ سب شاہِ ولایت کا تصدّق
ہم جانتے ہیں جان کو عزت کا تصدّق

۷۹ شبیرؑ کے بچوں پہ تجھے رحم نہ آیا — آگے مرے تُو ذکر پسر کا مرے لایا
پانی تو کہاں، دودھ بھی جس نے نہیں پایا — اصغرؑ سے تو ہے سِن میں زیادہ مرا جایا
دل سینے میں ٹکڑے ہو کہ صدمہ ہو جگر پر
سَو بیٹے ہوں تو صدقے کروں اُن کے پسر پر

۸۰ موسم یہ مرے عیش کا ہے کیوں ستم ایجاد — ہوتا ہے چمن فاطمہؑ کا ظلم سے برباد
روتے ہیں نبی، شیرِ خدا کرتے ہیں فریاد — مارا گیا بیوہ کا پسر قاسمِ ناشاد
ہم سے جنھیں الفت ہے وہ ماتم میں رہیں گے
تا حشر اسے حشر کا دن لوگ کہیں گے

۸۱ جاتا ہے برادر بھی جدھر جاتا ہے بھائی — بھائی کے لئے جی سے گزر جاتا ہے بھائی
آنچ آتی ہے بھائی پہ تو مرجاتا ہے بھائی — کیا بھائی ہو تیغوں میں تو ڈر جاتا ہے بھائی
نعشیں بھی بہم زیرِ زمیں ہوتی ہیں اکثر
قبریں بھی پسِ مرگ قریں ہوتی ہیں اکثر

۸۲ پالا ہے مجھے، جانتی ہے ساری خدائی — بھائی نے مِرے کونسی کی مجھ سے برائی
جان اُن پہ تصدّق ہے، اجل آئی تو آئی — کیا کچھ نہ ملا، کونسی عزت نہیں پائی
ہم مانیں گے جو شرطِ محبت کی جزا ہے
نافہم، اسی موت میں جینے کا مزا ہے

۸۳ تو کوہِ طِلا دے تو میں لالچ میں نہ آؤں — کافر ہوں کہ منہ قبلۂ ایماں سے پھراؤں
مقتل سے تڑپتا ہوا اُن قدموں پہ جاؤں — فاقے ہوں تو بھائی کے عوض برچھیاں کھاؤں
کس منہ سے کہوں میں کہ قرابت میں قریں ہوں
بھائی تھے حسنؑ، میں تو غلامِ شہِ دیں ہوں

بلبل کو کبھی ہجرِ گُلِ تر نہیں بھاتا ۸۴ پروانہ کہیں شمع کو ہے چھوڑ کے جاتا
ہے موت، جو معشوق کو عاشق نہیں پاتا قُمری کو سوا سرو کے کچھ خوش نہیں آتا
شبیرؑ جہاں، یہ دلِ فرزانہ وہیں ہے
محفل میں جہاں شمع ہے، پروانہ وہیں ہے

کہنے پہ چلوں تجھ سے جفا جُو کے، زہے فہم ۸۵ دوں رنج میں دل کو شہِ خوش خو کے، زہے فہم
پہنچے انھیں دکھ ہاتھ سے بازو کے، زہے فہم آنکھوں کی بدی سامنے ابرو کے، زہے فہم
ہٹ جا نہیں تیغ اب مِرے واللہ چلے گی
شیروں سے نہ یہ بازئ روباہ چلے گی

جرأت کو جری نے کبھی چھوڑا ہو تو کہہ دے ۸۶ آقا کو کسی نے کبھی چھوڑا ہو تو کہہ دے
شبرؑ کو اخی نے کبھی چھوڑا ہو تو کہہ دے احمدؐ کو علیؑ نے کبھی چھوڑا ہو تو کہہ دے
وہ ہم نہیں کرتے جو زمانے کا چلن ہے
دنیا میں وفا اپنے گھرانے کا چلن ہے

بچھڑے ہیں پیمبرؐ سے کبھی حضرتِ جعفرؑ ۸۷ حمزہ کبھی دشمن کی طرف مِل گئے جا کر
حیدرؑ کو کبھی چھوڑ گئے مالکِ اشترؑ مشہور ہے جنگِ جمل و خندق و خیبر
حیدرؑ تھے کہ سب فوج کے آگے تھے احد میں
نامرد تھے وہ لوگ جو بھاگے تھے احد میں

پَیرَو بس اُنھیں کا ہے تو او ظالمِ ناری ۸۸ دو دن جو رہے غزوۂ خندق میں فراری
بس فتح تھی، کرّار کی جس دن ہوئی باری گُل کا کیا خوں جس نے وہ ہے تیغ ہماری
اِن ہاتھوں سے لاکھوں سرِ کفّار کٹے ہیں
جب پَٹ گئی ہے لاشوں سے خندق تو ہٹے ہیں

جب گھر سے پئے جنگ قدم ہم نے نکالے ۸۹ دم میں تنِ کفّار سے دم ہم نے نکالے
کعبے سے، وغا کرکے صنم ہم نے نکالے اسلام کے لشکر کے علم ہم نے نکالے
رنگِ رخِ کفارِ عرب ہوگیا فق سے
اک ضرب میں باطل کوجدا کردیا حق سے

میں حشمتِ دنیا کی تمنا نہیں رکھتا ۹۰ قطرے کی طمع فیض کا دریا نہیں رکھتا
اعلیٰ ہے جو، ادنیٰ کی وہ پروا نہیں رکھتا پتّے سے علاقہ سرِ طوبیٰ نہیں رکھتا
کافر کی طرف صاحبِ ایماں نہیں جاتے
بت خانے میں کعبے سے مسلماں نہیں جاتے

خورشید کو محتاجیٔ ذرّہ نہیں ذرّا ۹۱ دیں دار صدا کرتے ہیں کافر پہ تبرّا
ظالم ترے حاکم کو ہے کس بات کا غرّا اسلام سے عاری ہے تو ایماں سے مُعَرّیٰ
قاروں کاخزانہ ہو تو عزت نہیں ملتی
دولت سے کمینے کو شرافت نہیں ملتی

کچھ خارِ مغیلاں گُلِ تر ہو نہیں جاتا ۹۲ ہر قطرۂ ناچیز گہر ہو نہیں جاتا
قلعی سے کچھ آئینہ قمر ہو نہیں جاتا مِس پر جو مُلَمّع ہو تو زر ہو نہیں جاتا
جس پاس عصا ہو اُسے موسیٰؑ نہیں کہتے
ہر ہاتھ کو عاقل یدِ بیضا نہیں کہتے

دولت نہیں انسان کی کچھ قدر بڑھاتی ۹۳ دنیائے دُنی کام کسی کے نہیں آتی
گو فقر ہو، عالی نَسَبی پر نہیں جاتی بینا جو ہیں وہ دیکھتے ہیں جوہرِ ذاتی
محتاجی سے کم رتبۂ عالی نہیں ہوتا
عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا

بخشی ہے خدا نے مرے آقا کو یہ توقیر ۹۴ ہے مہرِ نبوت سے نسب نامۂ شبیرؑ
کی خامۂ قدرت نے سند عرش پہ تحریر آیا ہے گواہی کے لئے آیۂ تطہیر
دنیا میں کسے ملتے ہیں جبریلؑ سے شاہد
موجود ہیں میکالؑ و سرافیلؑ سے شاہد

حورو ملک و خلد و اِرم، کوثر وطُوبیٰ ۹۵ سنگ و شجرو کوہ و بر وگوہر و دریا
خورشید و نجوم و قمر و گنبدِ خضرا روم و رَے ومصرو نجف و یثرب و بطحا
پوچھے جو کوئی کون امامِ ازلی ہے
سب دیں یہ گواہی کہ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

جنّات پکاریں کہ یہی فخرِ بشر ہے ۹۶ ہر نخل کہے، باغِ نبی کا گُلِ تر ہے
چلّائے فلک 'پاؤں پہ اُس کے مرا سر ہے' گویا ہوں ستارے کہ یہ زہراؑ کا قمر ہے
ہر بحر کہے گوہرِ امید ہے شبیرؑ
ذرّوں سے صدا آئے کہ خورشید ہے شبیرؑ

رضواں کا سخن ہو کہ مددگار ہے میرا ۹۷ فردوس کہے مالک و مختار ہے میرا
زہراؑ کی صدا آئے کہ دلدار ہے میرا فرمائیں پیمبرؐ، دُرِ شہوار ہے میرا
میکالؑ پکارے کہ ملازم ہوں اسی کا
جبریلؑ کرے فخر کہ خادم ہوں اسی کا

کیا رکن مقام اور چہ میزان، چہ زمزم ۹۸ ایک ایک سے سن لو صفتِ قبلۂ عالم
آجائے صدا کوہِ صفا سے یہی ہردم حج سے شہِ والا کی زیارت نہیں ہے کم
بول اٹھے حَجر رتبے سے آگاہ ہوں میں بھی
کعبہ یہ کہے بندۂ درگاہ ہوں میں بھی

ہوں ایک زباں ماہ سے تا مسکنِ ماہی ۹۹ ہے شرعِ محمدؐ کا جنھیں امر و مناہی
ورثہ میں ملی ہے اسے کونین کی شاہی لوح و قلم و عرش و ملک دیں یہ گواہی
کرسی کہے میرے لیے معراج یہی ہے
خود عرش پکارے مرا سرتاج یہی ہے

بتلا تو غلام اس پہ فدا ہو کہ جدا ہو ۱۰۰ جو شاہ کہ سب خلق سے رتبے میں سوا ہو
لوں میان سے شمشیر تو اک دم میں فنا ہو تنہا ہوں تو کیا ڈر ہے، جو لاکھوں ہو تو کیا ہو
غارت تمھیں کر دینے کو تیار ہے عباسؑ
بھائی کے مگر رحم سے ناچار ہے عباسؑ

بھیّا نہ ملے راہ تو دریا پہ نہ جانا ۱۰۱ خود مجھ کو قسم دی ہے کہ غصے میں نہ آنا
اُن کا تو وہ رحم اور تمھارا یہ ستانا اُمّت کی تباہی پہ کُڑھیں گے مِرے نانا
دو دن سے نہیں پانی کی اک بوند ملی ہے
ہے سخت تعجب کہ یہ کیا سنگ دلی ہے

نقصان تھا کیا بیعتِ حاکم جو نہ مانی ۱۰۲ ظالم نے کہا تب کہ نہیں ملنے کا پانی
فرمایا زباں روک بس اور ظلم کے بانی تھرّا گیا یہ سن کے یداللہ کا جانی
جس وقت بڑھیں پھر کہیں دم لیتے ہیں دریا
لے دیکھ اسی حملے میں ہم لیتے ہیں دریا

بھاگا صفتِ غولِ بیاباں وہ ستم گار ۱۰۳ یہ کہتے ہی جرار نے لی میاں سے تلوار
اوتادِ اراضئ عرب ہل گئے اک بار نعرہ جو کیا شیر نے یا حیدرِ کرارؑ
دہشت سے اُڑا رنگ رخِ جنّ و ملک کا
تھرّا گیا دہشت سے بدن جنّ و ملک کا

جنگل میں بن آئی جو نہ کچھ خوف کے مارے ۱۰۴ ٹھہرے نہ قدم، شیر ہرن ہو گئے سارے
آہو جو تھے شیروں میں تو چیتوں میں چکارے گھبرا کے درندے یہ پرندوں کو پکارے
شیطاں پسرِ سعد کی گردن پہ چڑھا ہے
بھاگو، پسرِ شیرِ خدا رن پہ چڑھا ہے

صحرا میں تلاطم ہوا، دریا میں پڑا شور ۱۰۵ اس شور سے بہرام کی تھرّانے لگی گور
در سے جو اُڑے کبک، تو جنگل سے اُڑے مور صفدر کا قدم بڑھتے ہی شیروں کا گھٹا زور
آمد میں بہادر کی شجاعت کے چلن تھے
نے شیر ترائی میں نہ جنگل میں ہرن تھے

چمکی جو علمدار کی شمشیرِ ہلالی ۱۰۶ گھبرا کے فلک نے سپرِ مہر سنبھالی
دہشت سے نَیَستاں، اسد کر گئے خالی اور بحر نے بھی بر میں زرہ موج کی ڈالی
اعدا میں یہ غل تھا کہ تہِ تیغ ہیں جو ہیں
اَحْوَل کی طرح ایک سمجھتا تھا کہ دو ہیں

وہ حُجّتِ قاطع ہے علمدار کی شمشیر ۱۰۷ دشمن کو مفر جس سے نہیں ہے کسی تدبیر
کچھ وصف لکھا چاہتی ہے تیزیٔ تقریر ڈر یہ ہے کہ خامہ نہ قلم ہو دمِ تحریر
مضمون بہت تیز ہیں اس برقِ دو دم کے
جوشن کی دعا چاہیے بازو پہ قلم کے

ڈالوں جو سیاہی میں دمِ تیغ کا پانی ۱۰۸ تب ہو رقم اس برق شر افشاں کی روانی
شمشیرِ خُراسانی و تیغ صَفَہانی ہاں کُند ہے گر لاکھ رکھے تیز زبانی
دم میں نہ پیادے، نہ سواروں کے پرے ہیں
سب جوہرِ شمشیرِ خدا اِس میں بھرے ہیں

خوں ریزیٔ شمشیر کا لکھوں جو کوئی حرف ۱۰۹ ہو صاف سیاہی سے عیاں شوخیٔ شَنْجَرْف
ہوتے تھے سیہ کاروں کے تن مثلِ قلم صرف روکیں کوئی وار اس کا یہ ڈھالوں کا نہ تھا ظرف
ایک ایک کی مانندِ اجل دشمنِ جاں تھی
چار آئینہ میں امن، نہ جوشن میں اماں تھی

ہے نصف ہی نام اس کا فقط شیر نے پایا ۱۱۰ تب جوہرِ جرأت اسی کے حصے میں آیا
عالم پہ اسی نام سے رعب اس کا ہے چھایا آنکھ اس سے ملانے کی کوئی تاب نہ لایا
مثل، دمِ شمشیر لہو اس کی خورش ہے
پنجے میں جو ہے زور تو ناخن میں برش ہے

لو حملہ کناں ہوتے ہیں عباسؑ علمدار ۱۱۱ لو جعفرِ طیّار ہوئے جنگ پہ طیّار
لو حضرتِ حمزہؓ نے کیا فوج کو مسمار لو غزوۂ خیبر پہ چلے حیدرِ کرّار
ٹھہرے نہ قدم فوج میں ہلچل پڑی آخر
لو تیغ وہ چمکی صفِ اوّل ہوئی آخر

رہوار نے بیتابیٔ سیماب دکھائی ۱۱۲ اُڑتا تھا سوئے نہر کہ دے آب دکھائی
تلوار نے بجلی کی تب وتاب دکھائی ہر تاب نے اک جدوَلِ خوں ناب دکھائی
اُفتادہ تھے بے سر جو پرے فوجِ لعیں کے
سطریں سی نظر آتی تھیں صفحے پہ زمیں کے

اللہ ری برش، وار سے تھا وار زیادہ ۱۱۳ معشوق کے ابرو سے جفاکار زیادہ
اور دیدۂ عُشاق سے خوں بار زیادہ شمشیرِ مہِ نَو سے نمودار زیادہ
گھاٹ ایسا کہ چھوڑا نہ کسی کشتیٔ تن کو
باڑھ ایسی کہ اک قلزمِ خوں کردیا رن کو

باڑھ ایسی درِ ملکِ عدم بند ہے جس سے ۱۱۴ قبضہ وہ، درِ ظلم و ستم بند ہے جس سے
پشّہ وہ کہ نمرود کا دم بند ہے جس سے جوہر وہ سدا، فتح قلمبند ہے جس سے
چھائی ہے یہ جوہر کی گھٹا ابر نہیں ہے
دشمن کو پناہ اس سے بجز قبر نہیں ہے

آندھی سے ہو جس طرح سمندر میں تلاطم ۱۱۵ تھا چار طرف شام کے لشکر میں تلاطم
واں بحر میں ہل چل تھی اِدھر بر میں تلاطم برپا تھا عجب فوجِ ستم گر میں تلاطم
تھا شور کہ لشکر کی بھی کثرت میں کمی ہے
ٹوٹی ہوئی کشتی کہیں طوفاں میں تھمی ہے

منہ پھیرے چلے جاتے تھے ہنگامِ زدوکُشت ۱۱۶ تیغیں وہ کہ جن پر نہ دھری جاتی تھی اُنگشت
ڈھالوں کا یہ عالم تھا کہ چھُپتی تھیں پسِ پشت دہشت سے اٹھاتے نہ تھے سرگرزِ گراں مُشت
ہتھیار گرے پڑتے تھے ثابت قدموں کے
سمٹے ہوئے تھے ڈر سے پھریرے علموں کے

غل تھا نہیں بچنے کے، اجل سب کی اب آئی ۱۱۷ سَوسَو ہوئے بے سر صفِ دشمن پہ جب آئی
پھر یہ نہ کھُلا کب گئی اور سر پہ کب آئی اتنی تو صدا آئی کہ برقِ غضب آئی
دشمن کو نہ انجام نہ آغاز دکھایا
تلوار نے سب موت کا انداز دکھایا

رکنے کی نہیں سیلِ فنا آتی ہے بھاگو ۱۱۸ ہر غول میں غل تھا کہ بلا آتی ہے بھاگو
تلوار نہیں، سر پہ قضا آتی ہے بھاگو برقِ غضبِ ربِّ عُلا آتی ہے بھاگو
ڈر جس کا لگا رہتا ہے دن رات یہی ہے
اے بے خبرو، مرگِ مفاجات یہی ہے

۱۱۹
ریتی پہ تپاں جسم برابر نظر آئے ۔ ہر فرد کو اس تیغ کے جوہر نظر آئے
اُڑتے ہوئے بالائے ہوا سر نظر آئے ۔ موئے سرِ افواجِ ستم پر نظر آئے
چلّاتے تھے ڈر ڈر کے پرندے کہ یہ کیا ہے
آتی تھی سلیماںؑ کی صدا قہرِ خدا ہے

۱۲۰
منہ غرب کی جانب جو کیا شرق سے نکلی ۔ ترچھی جو پڑی زیرِ بغل فرق سے نکلی
اَلْعَظَمَۃُ لِلّٰہ سدا برق سے نکلی ۔ یوں جا کے تنِ ظالمِ پُر زرق سے نکلی
اُڑ اُڑ کے چمکتی تھی جو اعدا کے سروں پر
دم نادِ علیؑ کرتے تھے جبریل پروں پر

۱۲۱
خوں پینے سے بھرتا نہ تھا خالی شکم اُس کا ۔ لٹ جاتے تھے منہ دیکھ کے اہلِ ستم اُس کا
نے سنگ سے رکتا تھا، نہ آہن سے دم اُس کا ۔ لشکر کو دکھاتا تھا رہِ راست خم اُس کا
کب سنگ کی سختی کو بھلا مانتی تھی وہ
فولاد کو جب موم سے کم جانتی تھی وہ

۱۲۲
شمشیرِ خزاں تھی کہ چمن سے نکل آئی ۔ دکھلا کے گُلِ زخم، بدن سے نکل آئی
شپ سے جو پڑی سر پہ توسن سے نکل آئی ۔ ہمراہ لئے روح کو تن سے نکل آئی
سرکش تھا تکبّر سے جب افلاک پہ سر تھا
جھپکی تھی اِدھر آنکھ، اُدھر خاک پہ سر تھا

۱۲۳
روکا جو سپر پر تو سپر کاٹ کے نکلی ۔ مِغفر میں ہوئی غرق تو سر کاٹ کے نکلی
سینے میں در آئی تو جگر کاٹ کے نکلی ۔ شانے پہ گری تا بہ کمر کاٹ کے نکلی
ہر ہاتھ میں گردش تھی نئی، ڈھنگ نیا تھا
گھوڑے کے بھی ٹکڑے تھے یہ چورنگ نیا تھا

دل ہٹ گئے جس دم وہ صفِ فوج پہ چمکی ۱۲۴ معلوم ہوا برقِ غضب موج پہ چمکی
جب فرد کو دو کرکے پھری زوج پہ چمکی چمکی کبھی پستی پہ، کبھی اوج پہ چمکی
گردش جو ہوئی ہاتھ کو ہالا نظر آیا
ہر ضرب میں عالم تہ و بالا نظر آیا

ڈر سے کوئی لشکر کا نشاں چھوڑ کے بھاگا ۱۲۵ شمشیر و سپر کوئی جواں چھوڑ کے بھاگا
شہزور ہر اک گرزِ گراں چھوڑ کے بھاگا کوئی صفتِ تیر، کماں چھوڑ کے بھاگا
اندام سے ٹپکی جو زرہ دام سے چھوٹا
غل تھا کہ ہرن پنجۂ ضرغام سے چھوٹا

لڑتا ہوا پہنچا لبِ ساحل جو وہ صفدر ۱۲۶ یاد آگئی بس تشنگیٔ آلِ پیمبرؐ
رہوار نے دیکھا رخِ عباسؑ کو مڑکر سمجھے کہ ہے گھوڑا بھی بہت پیاس سے مضطر
آنکھوں سے رواں ہوں گے وہاں اشکِ سکینہؑ
بہتر ہے کہ اب جلد بھرو مشکِ سکینہؑ

بس خوب لڑے شانِ یداللہ دکھائی ۱۲۷ عالم کو بہت یاد رہے گی یہ لڑائی
سب ہیچ ہے گر پیاس نہ بچوں کی بجھائی اب وہ کرو جس میں کہ رضامند ہوں بھائی
کہہ آئے ہو کیا بنتِ امامِ مدنی سے
سقائی بھی کچھ کم نہیں شمشیر زنی سے

مرجانا تو لڑ بھڑ کے کچھ ایسا نہیں دشوار ۱۲۸ مَردوں کا یہی کام ہے جب کھینچ لی تلوار
مشکیزے کی کشتی لئے اس فوج سے ہو پار عباسؑ بڑی فتح ہے چل جائے جو یہ وار
عالم میں یہ چرچہ سحر و شام رہے گا
'سقائے حرم' حشر تلک نام رہے گا

ہے یاد تجھے قصۂ بیرُالعلم اَے دل ۱۲۹ پانی کے لئے آگ میں کودے شہِ عادل
یاں کون سا اندیشہ ہے اور کون سی مشکل نے آگ ہے نہ جن ہیں، وہ دریا ہے، یہ ساحل
کیا منہ ہے جو ناری ہمیں واں جانے نہ دیں گے
جیتے ہیں تو ہم مشک پہ آنچ آنے نہ دیں گے

فرماکے یہ دریا میں وہ غازی جو در آیا ۱۳۰ ہر ماہئ دریا نے یہ جانا قمر آیا
پھر بعد کئی دن کے جو پانی نظر آیا اشک آنکھوں سے بہنے لگے منہ کو جگر آیا
صدمہ ہوا یاد آگئی تقریرِ سکینہؑ
آنکھوں کے تلے پھر گئی تصویرِ سکینہؑ

عباسؑ نے مشکیزے کو چھاتی سے لگاکر ۱۳۱ سیراب کیا نہر سے پھر اشک بہاکر
لٹکا لیا تسمے کو قریں دوش کے لاکر اعدا کی صفیں بندھ گئیں پھر نہر پہ آکر
لب تشنہ جو وہ حق کا شناسا نکل آیا
رہوار بھی اس نہر سے پیاسا نکل آیا

ساحل سے نکلنا تھا کہ پھر چلنے لگے تیر ۱۳۲ اس چاند پہ بدلی کی طرح چھاگئے بے پیر
غازی نے کہا کون سی اب کیجئے تدبیر پھر جنگ کرو آگے جو کچھ خواہشِ تقدیر
کچھ باک نہیں دم میں یہ انبوہ تو ہٹ جائے
پر مشک کا دھڑکا ہے کہ تیغوں سے نہ کٹ جائے

دیکھا جو بہادر نے کہ آپہنچے عدو پاس ۱۳۳ 'یا شیرِ خدا' کہہ کے بڑھے حضرتِ عباسؑ
آنکھیں تھیں لہو، شیر سے تکتے تھے چپ وراس بچ جانے کی امید کبھی تھی، تو کبھی یاس
تیروں کے کبھی سامنے کر دیتے تھے سینہ
گھبرا کے کبھی مشک پہ دھر دیتے تھے سینہ

جانے کی اگر دہنی طرف راہ نہ پائی ۱۳۴ مشکیزہ لئے جانبِ چپ باگ پھرائی
چھاتی کو سپر کردیا تلوار جب آئی نیزوں سے بچایا نہ بدن، مشک بچائی
جب زخم کوئی کھایا تو مشکیزے کو دیکھا
سَن سے کوئی تیر آیا تو مشکیزے کو دیکھا

رہوار کو جھنجھلا کے کبھی کاوے پہ ڈالا ۱۳۵ دکھلا دیا سب کو کبھی چاند اور کبھی ہالا
لڑ کر کبھی انبوہ سے گھوڑے کو نکالا کاٹا کبھی نیزہ، کبھی ترکش، کبھی بھالا
انبار تن و سر کا سرِراہ دکھایا
ہر ضرب میں زورِ اَسدُاللہ دکھایا

لڑتے تھے وہ انبوہ نہ ہوتا تھا مگر کم ۱۳۶ امڈا تھا سمندر کی طرح لشکرِ اظلم
ہاں جانے نہ دینا یہی غل ہوتا تھا ہردم واں غش میں سکینہؑ تھی، حرم کرتے تھے ماتم
شمشیر بکف اکبرِ ذی جاہ کھڑے تھے
ہاتھوں سے کمر پکڑے ہوئے شاہ کھڑے تھے

فرماتے تھے رو رو کے یہ اکبرؑ سے بہ صد یاس ۱۳۷ اب کیا کروں اعدا میں گھرا ہے مِرا عباسؑ
کہہ دو یہ سکینہؑ سے کہ ہو پیاس سے بے آس آنے نہیں دیتے مِرے بھائی کو مِرے پاس
دنیا سے مٹاتے ہیں نشانی کو علیؑ کی
مارا ہمیں امّت نے، دُہائی ہے نبیؐ کی

گھبرا کے یہ ڈیوڑھی سے سکینہؑ نے پکارا ۱۳۸ کیوں روتے ہو بابا، کسے مارا، کسے مارا
چلّائے شہِ دیں کہ نہیں صبر کا یارا سقائے حرم چھوڑتے ہیں ساتھ ہمارا
جینے کا مزا فرقتِ عباس نے کھویا
ہے ہے مِرے بھائی کو تری پیاس نے کھویا

منہ کرکے سوئے نہر وہ پیاسی یہ پکاری ۱۳۹ دریا سے چلے آؤ چچا تم پہ میں واری
تم خالی ہی لاکر ہمیں دو مشک ہماری بابا کی سُنی جاتی نہیں گریہ و زاری
جلد آؤ کہ بے تاب امامِ دوسرا ہیں
ہم نے تمھیں پانی کو جو بھیجا تو خفا ہیں

یہ سُن کے اِدھر کرتے تھے شہ اشک فشانی ۱۴۰ واں ہو گیا بے دست یداللہ کا جانی
شانوں سے لہو بہنے لگا، مشک سے پانی گھوڑے سے نہ گرتا ابھی وہ یوسفِ ثانی
خونخواروں کے نرغے میں مگر آ گئے عباسؑ
اک گرز لگا سر پہ کہ تیورا گئے عباسؑ

حضرت کو پکارا 'مِرے آقا، مِرے آقا ۱۴۱ دوڑو مجھے مارا، مِرے آقا، مرے آقا
تن زخمی ہے سارا ،مِرے آقا، مِرے آقا بندہ ہوں تمہارا، مرے آقا، مرے آقا
سقّے کی، بہشتی کی، فدائی کی خبر لو
خادم کی، نمک خوار کی، بھائی کی خبر لو

چلّا کے شہِ دیں نے کہا ہائے برادر ۱۴۲ تم بھائی سے ہوتے ہو جدا ہائے برادر
بھائی نہ ہوا تم پہ فدا ہائے برادر لکھّی تھی جوانی میں قضا ہائے برادر
افسوس کہ وقفہ نہ کیا چند نَفَس کا
ساتھ آج چھٹا جاتا ہے بتّیس برس کا

یہ کہہ کے سوئے نہر جو دوڑے شہِ والا ۱۴۳ تیورا کے گرے تھے مگر اکبرؑ نے سنبھالا
گر پڑتے تھے ملتا تھا جہاں خون کا تھالا معلوم نہ ہوتا تھا اندھیرا نہ اجالا
بھائی کے تصور میں جو گھبراتے تھے شبیرؑ
ہر لاش سے چلّا کے لپٹ جاتے تھے شبیرؑ

۱۴۴
عباسؑ کوئی آن کے مہماں نظر آئے　　بسمل سے تڑپتے ہوئے جب نہر پر آئے
اشک آنکھوں میں عباسِ دلاور کی بھر آئے　　سر پیٹتے شبیرؑ جو بالائے سر آئے
زخمی کو جو اٹھنے کی نہ طاقت تھی زمیں سے
ملنے لگے آنکھیں قدمِ سروَرِ دیں سے

۱۴۵
عباسؑ ہم آغوش میں لیویں ادھر آؤ　　حضرت نے کہا سرتو قدم پر سے اٹھاؤ
یاری جو زباں دے تو کچھ احوال سناؤ　　گر ہاتھ نہیں، سر مِری چھاتی سے لگاؤ
تقریر تری شہرۂ آفاق ہے بھائی
بھائی تری آوز کا مشتاق ہے بھائی

۱۴۶
پیشانی کو بوسہ دیا، منہ رکھ دیا منہ پر　　یہ کہہ کے گرے لاش پہ پھر با دلِ مضطر
رو رو کے کہا کھولو تو آنکھوں کو برادر　　زانو پہ رکھا خاک سے سر اُس کا اٹھا کر
مِلنے کے لئے ہاتھوں کو پھیلائے ہیں عباسؑ
تم دیکھو تو کس حال سے ہم آئے ہیں عباسؑ

۱۴۷
ہونٹوں کو بھی جنبش ہوئی، آنکھوں کو بھی کھولا　　غش میں جو سنی اُس نے صدائے شہِ والا
تعظیم سے معذور ہوں میں اٹھ نہیں سکتا　　آہستہ کہا شہ سے میں صدقے مِرے مولا
یہ داغ زمانے سے چلا ساتھ ہمارے
پانی نہ ملا، تن سے کٹے ہاتھ ہمارے

۱۴۸
دل زخمی ہے جب سے کہ لگا مشک پہ اک تیر　　افسوس کہ بن آئی نہ ہم سے کوئی تدبیر
پانی کے نہ لانے میں نہ تھی کچھ مِری تقصیر　　کہہ دیجو سکینہؑ سے کہ بی بی تری تقدیر
لب تشنہ رہو تم یہی مرضی تھی خدا کی
اب حشر کے دن دیکھوگی صورت کو چچا کی

یہ کہتے ہیں اک موت کی ہچکی اُسے آئی ۱۴۹ اور آنکھ بھی نظارۂ عالم سے پھرائی
گھبرا کے کہا شہ نے یہ کیا کرتے ہو بھائی کی عرض کہ نزدیک ہے اب وقتِ جدائی
بے دست برادر کی مدد کیجئے آقا
قبلے کی طرف مجھ کو پھرا دیجئے آقا

شاہد مِرے کلمے کے رہیں آپ برادر ۱۵۰ معبود نہیں کوئی بجز خالقِ اکبرؐ
برحق ہے رسولِ عربی حق کا پیمبرؐ بے فصل ہے احمدؐ کا وصی حیدرِ صفدر
بعد اُن کے حسنؑ مالک و مختارِ زماں ہیں
اور بعدِ حسنؑ آپ امامِ دوجہاں ہیں

سب آپ پہ روشن ہے عقیدے کا مِرے حال ۱۵۱ کیجے گا مدد ہوئے گی جب پُرسشِ اعمال
ہے خوفِ فشارِ لحد اے فاطمہؑ کے لال پر آپ نے آغوش میں پالا ہے کئی سال
نازاں ہوں کہ کام آیئے گا واں مرے مولا
سب مشکلیں ہو جائیں گی آساں مرے مولا

آوازِ علیؑ آئی کہ اے عابد و زاہد ۱۵۲ مقبولِ خدا ہیں ترے اعمال و عقائد
صدقے ترے اے راہِ الٰہی کے مجاہد ہیں پنجتنِ پاک ترے زُہد کے شاہد
تشریف رسولِ دوسرا لائیں گے بیٹا
غم کھاؤ نہ تم قبر میں ہم آئیں گے بیٹا

یاں تھا ابھی یہ ذکر کہ برپا ہوا محشر ۱۵۳ رونے میں لگے دیکھنے شہ خیمے کو مڑکر
دیکھا کہ حرم گھر سے نکل آئے ہیں باہر چلّاتی ہے فضّہ علی اکبرؑ، علی اکبرؑ
اب دخترِ سلطانِ مدینہ نہیں تھمتی
عباسؑ سے کہہ دو کہ سکینہؑ نہیں تھمتی

فضّہ کی یہ آواز جو عباسؑ تک آئی ۱۵۴ تھرّانے لگا نزع میں وہ شہ کا فدائی
شہ سے کہا یاں آتی ہے اب آپ کی جائی دامن سے مِرے منہ کو چھپادیجئے بھائی
یہ کہتے ہی دنیا سے سفر کر گئے عباسؑ
منہ پھیر لیا شرم سے اور مر گئے عباسؑ

سر پیٹ کے ہاتھوں سے یہ شبیرؑ پکارے ۱۵۵ عباسِ علی چھوڑ کے جنت کو سدھارے
سر بھائی کے قدموں سے اٹھاؤ مرے پیارے بس ہوچکی تعظیم میں قربان تمہارے
بھائی میں تری تشنہ دہانی کے تصدّق
عباسؑ میں اس مرتبہ دانی کے تصدّق

کچھ بولو تو اے عاشقِ سلطانِ مدینہ ۱۵۶ چلّاتی ہے ڈیوڑھی پہ تمھیں بالی سکینہ
بتلاؤ بھتیجی کی تسلّی کا قرینہ اس صدمے سے دشوار ہے اس بچی کا جینا
یہ مشک جو واں خون میں تر جائے گی بھائی
بس ہائے چچا کہہ کے وہ مرجائے گی بھائی

سر پیٹ کے چلّانے لگے سیّدِ ابرار ۱۵۷ ہے ہے مرے پیارے، مرے بھائی، مرے غمخوار
اب جوش پہ رِقّت ہے انیسِؔ جگر افگار مولا سے یہ کر عرض کہ اے کُل کے مددگار
حسرت ہے یہ آنکھوں سے درِ شاہ کو دیکھوں
عباسِ فلک جاہ کی درگاہ کو دیکھوں